مذاکرۂ علمیہ

مسٹر محمد مارماڈیوک پکتھال کی طرف سے مولنا ذوقی شاہ صاحب کے خط کا جواب

سول سروس ہوس
حیدرآباد دکن
۲۷ ررمضان ۱۳۵۱ھ

جناب من۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ میری چند تفہیمات قرآنی پر آپنے اپنے اعتراضات کی جانب میری توجہ کو جس پرلطف انداز سے متحرک فرمایا ہے اس کا میں شکریہ ادا کرتا ہوں۔ جن خیالات کا آپ نے اظہار فرمایا ہے اُن سے میں ناآشنا نہیں یہی اعتراضات پہلے بھی مسلمان بھائیوں کی جانب سے مجھ پر وارد ہو چکے ہیں اگرچہ ان کا لہجہ اس درجہ نرم نہ تھا۔

مجھے آپ سے اتفاق ہے کہ ہدایت نبوی کے بغیر

مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالیومِ الاٰخِرِ وعَمِلَ صَالِحًا

کی حالت پیدا نہیں ہو سکتی۔ مگر اس حالت کا پیدا ہونا ان دوسری اقوام کے لئے بھی ممکن ہونا چاہئے جن تک اس نوع کی ہدایت پہنچ چکی ہے (مثلاً یہود و نصاریٰ، گو ان کی آسمانی تحریف شدہ ہوں تاہم صداقت کی جھلک ان میں سے پائی جاسکتی ہے۔ جو رہنمائی کے لئے کافی ہے اور میں یقین کرتا ہوں کہ ان میں سے بہت لوگ اس حالت مطلوبہ تک پہنچے ہوئے ہیں۔ علاوہ ازیں انبیاءؑ اور بالخصوص ہمارے نبی آخر الزمان کے خیالات دنیا کے غور و خوض کرنے والوں میں اس وسعت کے ساتھ پھیل گئے ہیں اور ان خیالات نے

اپنا اثر اس شدت سے عام طور پر ڈالا ہے کہ ان لوگوں کے بھی خیالات بکثرت انہی سانچوں میں ڈھل گئے ہیں جو لوگ کہ ان انبیار کی امتوں سے خارج ہیں جن کا ہمیں علم ہے۔ چنانچہ اثراتِ انبیار کی حدبندی دشوار ہے۔ برعکس اس کے ہمکو اس کے ساتھ اس کا بھی مشاہدہ کرنا پڑتا ہے کہ جن لوگوں کا آج کل مسلمانوں میں شمار ہوتا ہے ان میں بہت کثرت سے ایسے لوگ موجود ہیں جن کی روحانی دماغی اور اخلاقی حالت نہایت مبتذل ہے۔ یہ لوگ قولاً اللہ و آخرت پر ایمان لانے کا اعتراف کرتے ہیں مگر عملاً اپنی روزمرہ کی زندگی میں خودغرض، عیاش، خوشامدی، کذاب بزدل، غیبت کنندہ، ظالم، شرابی، چور، زانی، اور بوجہ اپنی جہالت کے قریب بہ شرک تک ہوتے ہیں۔ آپ ایسے لوگوں کی بابت ہرگز نہیں کہہ سکتے کہ

مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا

کی حالت ان پر صادق آتی ہے۔ آپ ہرگز یقین نہیں کر سکتے کہ جو فرقہ اسلام کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اس کی محض خدمت لسانی پر کسکی نجات کا انحصار ہو سکتا ہے یہ تو وہی غلطی ہوگی جس میں یہود و نصاریٰ مبتلا تھے۔ اور جس کی مذمت قرآن میں آئی ہے۔

میرا یہ خیال کوئی نیا خیال نہیں۔ نہ میں اس خیال کا موجد ہوں۔ بلکہ اسلام کے اعلیٰ روحانی طبقوں میں یہ خیال ہمیشہ سے عام رہا ہے جس کا علم آپ کو بھی ہوگا کیونکہ آپ نے تصوف کا مطالعہ کیا ہے۔

اس نجات ابدی کے معاملہ میں اگر ہم بحیثیت ایک جماعت انسانی کے اللہ تعالیٰ کی عنایات کے لئے مختص ہیں۔ تو پھر اللہ ہمکو ہمارے گناہوں پر سزا کیوں دیتا ہے بلکہ وہ ہمیں گناہ کرنے ہی کیوں دیتا ہے؟ نہیں ایسا نہیں ہے۔ ہماری موجودہ پستی و ذلت سزا ہے اس لایعنی شیخی کی جو اسی نظریہ سے پیدا ہوئی ہے۔

جس کی آپ تائید کرتے ہیں (بشرطیکہ میں نے آپ کا مطلب صحیح طور پر سمجھا ہو

آپ نے چند آیات پیش کی ہیں جو آپ کے نزدیک ناسخ ہیں میری پیش کردہ آیات کی۔ میں جانتا ہوں کہ جن ممالک میں عربی نہیں بولی جاتی ان میں اکثر اور جن ممالک میں عربی بولی جاتی ہے ان میں کمتر یہ خیال پھیلا ہوا ہے تاہم مجھے یقین ہے کہ یہ خیال غلط ہے۔

جس زمانہ میں کہ سالہا سال تک قرآن مجید کے مطالب انگریزی مطالعہ کنندگان تک پہنچانے میں مصروف رہا مجھے اپنے فرض کی انجام دہی کی غرض سے اس تحقیقات کی کوشش کرنی پڑی تھی کہ وہ کلمات (جو قرآن میں بکثرت وارد ہونے کی وجہ سے اب مذہبی اصطلاحات بن گئے ہیں) جب پہلی مرتبہ نازل ہوئے تو اہل مکہ اور اہل مدینہ نے ان سے کیا سمجھا۔ دوران تحقیقات میں میں نے یورپ کے مستشرقین سے بھی مشورے لئے اور عرب و مصر کے علماء سے بھی۔ صرف مستشرقین ہی نے (بوجہ اسلام سے نفرت رکھنے کے) مجھے یہ مشورہ دیا کہ اسلام کا ترجمہ ہر جگہ "اسلام" ہی کرنا چاہیئے۔ مگر عربوں کا کہنا یہ تھا کہ یہ ترجمہ صرف ایک ہی موقعہ پر کیا جانا چاہیئے، صرف ایک ہی آیت (المایدہ آیتہ ۳) ایسی ہے جس میں یہ لفظ (یعنی اسلام) ہمارے دین کے معنی میں استعمال ہوا ہے اور ترتیب نزول میں وہ سب سے آخری آیت ہے۔ دیگر جملہ مقامات پر اس کے معنی "اپنے کو حوالہ کر دینا" ہیں (جس میں مزید جنگی پہلوان کے لیے ہے جو مسلمانوں سے برسر جنگ تھے) مگر عام طور پر اور ہر موقع کے لئے صرف یہی معنی ہیں کہ انسان اپنے ارادوں اور اپنی مشیت کو خدائے قادر مطلق کے ارادوں اور مشیت کے حوالہ کر دے لہٰذا

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ۔ الآیۃ

کے یہ معنی ہونگے:۔ دیکھو! مذہب اللہ کے نزدیک حوالہ ہو جانا ہے۔ (اس کی مشیت و ارادہ کے)" وغیرہ یعنی کہ سچا مذہب مشتمل ہے نہ صرف پابندیوں اور

ورد اوراد اور طرفدارانہ جوش پیدا اس قسم کا برائے نام مذہب تو مشرکین عرب اور عرب کے بعض یہود و نصاریٰ کا تھا۔ یہ سب کچھ اللہ کی نگاہ میں مذہب نہیں بلکہ (سچا مذہب مشتمل ہے) خوشی خوشی پوری طرح اللہ کے ارادہ کے تابع ہو جانے پر جو (ارادہ) کہ لوگوں کے ضمیروں میں ظاہر ہو یا وقتاً فوقتاً اس کے پیغمبروں نے ظاہر کیا ہو۔ لہذا۔

وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ ۔ کے یہ معنی ہوئے کہ:

اور جو کوئی ڈھونڈے ایسا مذہب جو حوالگی (بہ خدا) کے غیر ہو تو وہ اس سے نہ قبول کیا جاوے گا۔ اور وہ آخرت میں خسارہ پانے والا ہو گا۔

مذہب کا نتیجہ ہونا چاہئے قلبی تغیر اور ذاتی اطاعت اور دلی تابعداری ایسا شخص مذہبی نہیں کہلا سکتا جو اُن چند مراسم ظاہری کی پابندی تو کرتا ہے جنہیں غلطی سے مذہب سمجھا جاتا ہے مگر خواہشات نفس کو پورا کرنے کیلئے جن کذب، خود غرضی، حرص، بے رحمی اور دوسروں کے حق میں نا انصافی کو جاری رکھتا ہے۔ صحیح طور پر مذہبی بننے کے لئے انسان کو دل سے تابعدار بننا ضروری ہے۔ ہم مسلمانوں کے لئے اپنے ارادہ اور اپنی مشیت کو اللہ کے ارادہ و مشیت کے ماتحت کر دینا ہی پورا مذہب ہے جس کی صرف نشان دہی اور حفاظت کے لئے چند ظاہری احکام اور پابندیاں ہیں۔ ہم کو دوسرے لوگوں پر کوئی فضیلت نہیں باستثناء اس کے کہ خدا کی مہربانی سے ہم پر یہ عنایت کی گئی ہے کہ ہماری ہدایت زیادہ وضاحت سے ہوئی ہے اور عمل و عبادت کا راستہ ہمارے لئے بہت صاف بنا دیا گیا ہے۔ اسلام ہی ایک تنہا علم ہے تمام انسانوں اور تمام مذاہب کے لئے اور ہم مامور کئے گئے ہیں کہ اس علم کو بلند رکھیں اور لوگوں کے دلوں اور دماغوں سے ہم اس کی سفارش کریں۔ مگر اس کام کے لئے صحت عمل کی ان عظیم الشان

مثالوں کی ضرورت ہے جنھیں پیغمبراور ان کے خوش نصیب ساتھی قائم کر گئے ہیں۔ اس کے بعد بھی اگر ہم جو کہ مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اپنے زمانے کے لوگوں سے چال چلن میں بدتر رہیں تو ہمارا یہ زبانی دعویٰ اسلام ہماری معصیت وشرمندگی میں صرف اضافہ ہی کا باعث ہوگا۔

دراصل جن آیات کو آپنے اس طرح پیش کیا ہے کہ گویا ان کی رو سے اللہ نے (معاذ اللہ) لامحدود رحمت کے اہم ترین حصہ کو ہماری ہی جماعت کے لیے بلالحاظ ہمارے اعمال کے مختص کر دیا ہے ان آیات میں میرے نزدیک صرف اس عالمگیر حقیقت کا اظہار ہے کہ بس ایک ہی مذہب ہے جس پر اس کا نام صادق آتا ہے اور وہ یہ ہے کہ انسان اپنے کو آسمان و زمین کے مالک کے

حوالہ کر دے۔

آپ مجھے معاف فرمائیں گے اگر میں یہ کہوں کہ دیگر آیات جو آپنے پیش کیں ہیں ہماری بحث سے خارج ہیں۔ کیونکہ وہ ان لوگوں سے متعلق ہیں جو اللہ کے رسولوں اور اللہ کی بادشاہت کی تردید اور وحی کی توہین کرتے ہیں۔ ان لوگوں سے متعلق آپ کے اور میرے درمیان اختلاف نہیں لیکن یہاں بھی لفظ "کافر" کے معنی میں آپ غلطی کرتے ہیں جبکہ آپ یہ کہتے ہیں کہ آیتہ (۳ : ۳۱) میں جو محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع نہیں کرتے۔ انھیں واضح طور پر کافر کہا گیا ہے" دوسرے مذاہب والوں کو اللہ ناپسند نہیں فرماتا بلکہ ان لوگوں کو ناپسند فرماتا ہے جو شدت و سختی سے اس کی ہدایت کو، اور اس کی عالمگیر حکومت کا انکار کرتے ہیں۔

مہربانی فرما کر فرقہ وارانہ تنگ خیالی کو قرآن سے منسوب کر کے قرآن کی عظمت کو نہ گھٹائیے۔

پیغمبر صاحب نے فرمایا کہ جو مسلمانوں سے "سلامتی" کہے اسے کافر نہ کہو۔ کیونکہ دراصل بادشاہت الہٰی کی وہ دشمن فوجیں ہیں۔ جو میدان جنگ میں مقابل ہوں۔ یہ لوگ ان میں شامل نہیں کئے جا سکتے جو اللہ و آخرت پر ایمان لاتے ہیں اور عمل صالح کرتے ہیں۔

اس تعلیم و تلاوت قرآن مجید والے معمہ میں میں نے چاہا تھا کہ اس مضمون پر زیادہ تفصیلی اور زیادہ عالمانہ جواب دوں۔ مگر بدقسمتی سے کام کی زیادتی نے مہلت نہ دی اور روزمرہ کے مسلسل روزوں نے بھی مجھے کسی قدر مضمحل کر دیا۔ میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ اس تحریر کی خامیوں کو اور بالخصوص کسی ایسے فقرہ کو جو گستاخانہ یا غیر ہمدردانہ معلوم ہو (گو مجھے امید ہے کہ ایسا کوئی فقرہ آپ کو نہ ملے گا) آپ معاف فرمائیں گے۔ مجھے یقین ہے کہ آپ حقیقتاً مجھ سے متفق ہیں مگر آپ کو کچھ یہ پسند آ گیا ہے کہ آپ زمانہ متوسط کے اس حجرہ تخیل میں سکڑے ہوئے بیٹھے رہیں جس کی تعمیر تیسری صدی اسلام سے قبل کی یقیناً نہیں

معافی کا خواستگار۔ والسلام و نیز عید مبارک۔

میں ہوں ہمیشہ کے لئے

آپ کا برادر دینی

دستخط

محمد پکتھال

ٹیلیفون ۴۴۴۴ قطبی گوڑہ

حیدرآباد دکن

۱۱ شوال ۱۳۵۱ھ

۷ فروری ۱۹۳۳ء

جواب الجواب

محمد یحییٰ تنہا اسکوائر

سول سروس ہوس

حیدرآباد (دکن)

جناب من!

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ یہدیکم اللہ ویرحمکم اللہ۔

آپ کے خط مورخہ ۲۷ رمضان نے مجھے سخت مایوس کیا۔ وہ میرے خط مورخہ ۲۶ دسمبر ۱۹۳۲ء کا دراصل کوئی جواب ہی نہیں۔ میرے خط کے اہم پہلوؤں میں سے کسی ایک کو بھی آپ نے چھوا تک نہیں۔ آپ نے بس یہی تحریر فرمایا کہ اس قسم کے اعتراضات آپ پر پہلے بھی وارد ہو چکے ہیں اور یہ خیالات کم و بیش عام ہیں۔ آپ نے اپنے ہی خیالات کو اصرار کے ساتھ دوہرا دیا بغیر اس کے کہ ان کی تائید میں آپ کوئی سند پیش کرتے۔ آپ نے بہت سی غیر متعلق باتیں بیان کر دیں جن کا اس بحث سے کوئی سروکار نہیں۔ آپ نے مجھ پر چند غلط اتہامات لگا دئے اور ایک بلاضرورت پھبتی مجھ پر کس کر اپنے خط کو ختم کر دیا۔ ایسے اہم مسائل کے لئے یہ برتاؤ کسی طرح مناسب نہیں۔ آپ جیسے جنٹلمین سے مجھے اس سے بہتر برتاؤ کی توقع تھی۔

جن آیات کو میں نے پیش کیا ہے ان کے معنے بہت صاف ہیں۔ یا تو آپ انہیں تسلیم کیجئے اور اپنے خیالات کی اصلاح فرمائیے یا آپ انھیں رد کیجئے اور اپنے خیالات پر قائم رہئے۔ تیسرا کوئی راستہ نہیں۔

میں نے اپنی پیش کردہ آیات کے متعلق یہ ہرگز خیال نہیں کیا کہ یہ آپ کی پیش کردہ آیات کی تاریخ ہیں بلکہ توان آیات کو اس لئے پیش کیا تھا کہ ان سے آپ کی پیش کردہ آیات کے صحیح معنوں پر روشنی پڑے اور اس بات کو صاف طور پر میں نے اپنے خط میں واضح بھی کردیا تھا۔ یہ ایک مثال تھی تفسیر القرآن بالقرآن کی جس میں کہ قرآن کے بعض کی بعض سے تفسیر کیجاتی ہے اور اس نوع کی تفسیر ہمیشہ زیادہ معتبر ہوتی ہے بنسبت ان تفاسیر کے جو ماضی یا حال کے کمتر اہمیت کے لوگ کرتے ہیں۔

میں نے یہ کبھی نہیں کہا کہ نیک چلنی کی ضرورت نہیں۔ نہ یہ کہا کہ خدمت لسانی ہی سب کچھ ہے۔ بلکہ میں نے تو اپنے خط کا بڑا حصہ (آخر صفحہ ۶ سے ابتدائے صفحہ ۹ تک) اسکی وضاحت میں صرف کردیا کہ محض زبانی جمع خرچ سے یا محض اتفاقاً کسی خاص گھرانے میں پیدا ہوجانے سے کبھی کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔

میں نہایت قوت سے اس پر قائم ہوں کہ ایمان بغیر عمل صالح کے اتنا ہی بے سود ہے جتنا کہ عمل صالح بغیر ایمان کے اور میرے اس عقیدہ کی تائید قرآن و حدیث اور پورے مستند اسلامی لٹریچر سے ہوتی ہے۔ اگر آپ کا خیال اس کے برعکس ہے تو اس کا بار ثبوت آپ پر ہے۔ آپ نے اپنے خیال کی تائید میں کوئی سند پیش نہیں کی۔ عرب و مصر کے علماء کی انفرادی رائے بلا تائید قرآن و حدیث اس امر میں مطلق قابل وقعت نہیں۔ میں نے حدیث کی کسی مستند کتاب میں وہ روایت نہیں دیکھی جسے آپ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب کرتے ہیں بلکہ برعکس اس کے میں ذیل میں آپ کی مزید رہنمائی کے لئے دو مستند احادیث نقل کرتا ہوں جن سے میرے ہی خیال کی تصدیق ہوتی ہے۔

ولو کان موسیٰ حیاً ما وسعہ الا اتباعی۔ رواہ احمد والبیہقی فی شعب الایمان

(فرمایا پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اگر ہوتے موسیٰ زندہ (اس زمانہ میں) تو انہیں کوئی چارہ نہیں ہوتا بجز اس کے کہ وہ اتباع کرتے میرا۔

فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والذی نفس محمد بیدہٖ لو بدا لکم موسیٰ فاتبعتموہ وترکتمونی لضللتم عن سواء السبیل ولو کان موسیٰ حیاً وادرک نبوتی لاتبعنی (رواہ الدارمی)

فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے اگر موسیٰ (اس زمانے میں) تم پر ظاہر ہوتے اور تم انکا اتباع کرنے لگتے اور میرا اتباع چھوڑ دیتے تو یقیناً گمراہ ہو جاتے اور اگر موسیٰ (اس وقت اس دنیا میں) زندہ ہوتے اور انہوں نے میری نبوت کو پایا ہوتا تو یقیناً وہ بھی) میری ہی پیروی کرتے۔"

جبکہ اس معاملہ میں خود موسیٰ علیہ السلام کی یہ پوزیشن ہے تو ان کے متبعین کو ہمارے رسول کی پیروی سے کیونکر چھٹکارا ہو سکتا ہے۔

تعلیمات انبیاء کے غیر محسوس اور غیر تسلیم شدہ اثرات۔ اور بعض موجودہ مسلمانوں کی سخت مبتذل روحانی دماغی و اخلاقی حالت' کا بھی مسئلہ زیر بحث پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ آپ کے خیال کی غلطی آشکارا ہے کہ آپ "اسلام" کا ترجمہ "اسلام" نہیں کر سکتے باستثناء ایک مقام کے لیکن اس مستثنیٰ مقام سے بھی میری پوری پوری تائید ہو جاتی ہے

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ۔ (المائدہ ۔ ۳)

آج کے دن کامل کر دیا میں نے واسطے تمہارے دین تمہارا اور پوری کر دی اوپر تمہارے نعمت اپنی اور پسند کیا واسطے تمہارے اسلام کو دین۔

پس فیصلہ شد۔ اب تو بحث کا خاتمہ ہی ہو گیا اسلام کا جدید ترین ظہور (اسلام) ہی اسلام کی اکمل صورت ہے جس سے سابقہ اور ایک طرح سے نامکمل صورتوں کی تنسیخ عمل میں آگئی اسلام کا یہ آخری ظہور ہی وہ کامل اور پسندیدہ دین ہے جو بنگاہ حق تعالیٰ میں قبولیت کا شرف رکھتا ہے۔

اگر آپ اسی بات پر اڑتے ہیں کہ "اسلام" کا ترجمہ "حوالگی" کرکے خاموش ہو جائیں۔

اور اس کی صراحت نہ کریں کہ اس حوالگی سے صحیح مراد کیا ہے نہ اس کی وضاحت فرمائیں کہ جائز اور صحیح طور پر یہ حوالگی کیونکر عمل میں آسکتی ہے تو یقینی اس روشنی سے آپ نیا کو ابہام وسخت مایوس کن انتشار میں مبتلا کردیں گے۔ حالت نازک تر ہوجاتی ہے جبکہ آپ یہ کہتے ہیں کہ "مذہب مشتمل ہے بخوشی پوری طرح اللہ کے ارادہ کے تابع ہوجانے پر جو (ارادہ) کہ لوگوں کے ضمائر میں ظاہر ہو"۔ ہر کس و ناکس کا ضمیر صحیح و قابل اعتماد رہنما نہیں ہوسکتا۔ اگر ہوسکتا ہے تو خدا نے تعالیٰ نے ہر قسم کے انسانوں کی رہنمائی کے لئے یکے بعد دیگرے پیغمبروں کو کیوں مبعوث فرمایا؟ پھر آپ اس کا بھی اعتراف کرتے ہیں کہ گذشتہ صحائف آسمانی تحریف و مسخ ہوچکے ہیں۔ اور ساتھ ہی اس کے اسے بھی تسلیم کئے چلے جاتے ہیں کہ صداقت کی جھلک ان میں سے پائی جاسکتی ہے جو رہنمائی کے لئے کافی ہے"۔ اگر ایسا ہے تو خدا نے کیا (نعوذ باللہ) حماقت کی جو ایک جدید پیغمبر کو بھیجا اور جدید صحیفۂ آسمانی نازل فرمادیا جبکہ انبیاء ماقبل اور صحف قدیم سے کام چل سکتا تھا؟ عجیب تر بات تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ایک نیا رسول مبعوث فرمایا ہو۔ اور نئی کتاب نازل فرمادی ہو بلکہ نہایت شدت و اصرار کے ساتھ اہل کتاب کو جن پر صحف قدیم نازل ہوچکے ہیں، حکم دیا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور قرآن پر ایمان لائیں اور ان کی پیروی کریں (ملاحظہ فرمائیے آیات قرآنی ۴: ۴۷، ۵: ۱۹ جنھیں میں نے اپنے سابقہ خط میں نقل کر دیا ہے)

حوالگی کامل میں آہی نہیں سکتی تاوقتیکہ تعمیل احکام نہ ہو۔ اور تعمیل احکام صحیح نہیں ہوسکتی تاوقتیکہ ان تمام احکام الٰہی کی جو باضابطہ طور پر ہم پر نازل فرمائے گئے ہیں ہم صحیح اسلامی بندیوں کے ساتھ پابندی نہ کریں۔

یہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ آپ نے بھی اس صحیح عقیدہ کو اللہ تعالیٰ کی جانب اس کے صحیح طور پر فرمانبردار بندوں کے ساتھ طرفدارانہ برتاؤ کا ہم معنی قرار دیتے

ہیں اس نوعیت کے خیالات تو دشمنان اسلام کی جانب سے پیش ہوتے رہتے ہیں جو اسلام کو حماقت آمیز امور سے متہم کرتے رہتے ہیں۔ اس قسم کی اوندھی کھوپڑی والوں سے بعید نہیں کہ وہ یہ بھی کہنے لگیں کہ اللہ ان لوگوں کے ساتھ طرفداری برتتا ہے جو صحت بخش آب و ہوا میں رہتے ہیں کیونکہ وہ انہیں بہتر تندرستی عطا فرماتا ہے۔ یا یہ کہ خدا زہر کھانے اور خودکشی کرنے والوں کے ساتھ بڑی بے رحمی برتتا ہے کہ انہیں مار ڈالتا ہے۔

اس زمین پر کہ دنیاوی حکومتیں بھی وفادار اور پابند قانون لوگوں پر مہربان اور قانون شکن لوگوں کے ساتھ بے رحم ہوتی ہیں۔ یہ سب ناہموار اور ٹیڑھے دماغوں سے نکلی ہوئی حماقتیں ہیں۔ آپکا عقیدہ بھی اللہ تعالیٰ کو اس عجیب النوع انصاف پسندی سے محروم رکھتا ہے جس سے کہ اسے متصف کرنے کی کوشش میں آپ اسقدر سرگرم نظر آتے ہیں۔ کیونکہ آپ کے عقیدہ کے مطابق بھی اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے ساتھ طرفداری برتتا ہے؛ جو اللہ و آخرت پر ایمان لاتے ہیں اور اعمال صالحہ جن سے سرزد ہوتے ہیں۔

مسلمان اس محدود معنی میں کوئی فرقہ نہیں جو معنی کہ اس لفظ کے عام طور پر سمجھے جاتے ہیں وہ تو متعدد اقوام کا مجموعہ ہیں جن میں عرب، شامی، عراقی، نجدی، مصری، ترک، کرد، مراکشی، ایرانی، افغان، ہندی، حبشی، افریقی، اور بکثرت دیگر اقوام شامل ہیں۔ اور مجھے امید ہے کہ انشاء اللہ زیادہ عرصہ نہ گذرے گا کہ انگریز، فرانسیسی، جرمن، اطالین، امریکن، جاپانی اور دیگر اقوام بھی ان میں شامل ہو جائیں گے۔ یہ لوگ صحیح معنوں میں "لیگ آف دی نیشنز" ہیں اور وہ "فرقہ وارانہ" "تنگ خیالی" کیساتھ مطلق نہیں جو کہ اس لفظ سے آجکل سیاسی حلقوں میں مفہوم ہوتی ہے۔ قرآن میں نہایت وضاحت سے آیا ہے کہ:-

وَمَا أَرْسَلْنٰكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِينَ اور نہیں بھیجا ہم نے تجھکو (اے محمدؐ) مگر رحمت واسطے (تمام عالموں کے)" (الانبیاء - ۱۰۷)

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ (سبا ۲۸)

اور نہیں بھیجا ہم نے تجھکو (اے محمد!) مگر کافی واسطے سب لوگوں کے۔

مسلمانوں میں نہ وہ طرفدارانہ جذبات ہیں جن سے ذات پات یا جماعتوں میں کوئی امتیازی خصوصیت پیدا ہو نہ چھوت چھات کا لحاظ ہے جو کسی کی دعوت حق قبول کرنے میں مانع آئے۔ جو کوئی بھی دعوت حق قبول کرتا ہے۔ پورا فائدہ حاصل کرتا ہے جو اس سے باز رہتا ہے محروم رہتا ہے اگر آپ پورے شہر حیدرآباد کو دعوت طعام دیں مگر کھانا صرف اُن ہی لوگوں کو کھلائیں جنہوں نے آپکی دعوت کو قبول کیا ہو تو کیا کوئی شخص اس پر یہ الزام لگانے میں حق بجانب ہوگا کہ جو لوگ آپ کے بلانے پر آئے ان کے ساتھ تو آپ نے یہ طرفداری برتی کہ انھیں کھانا کھلایا اور جو آپ کے بلانے پر نہ آئے ان کے ساتھ یہ بے رحمی برتی کہ انھیں کھانا نہ کھلایا؟

یہاں پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ دعوتِ حق کے قبول کرنے سے کسیکو کیوں انکار ہو؟ اس سے صرف دو ہی وجوہ ہوسکتے ہیں دعوت حق کا نہ قبول کرنے والا یا تو اللہ کے سچے رسول کو (نعوذ باللہ) جھوٹا سمجھتا ہے۔ یا اسے باوجود سچا سمجھنے کے استغنا اور لاپروائی برتتا ہے پہلی صورت میں تو وہ احمق ہے اور اس کو اپنی حماقت کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا جس طرح کہ اس دنیا میں ہر احمق کو اپنی حماقت کا نتیجہ بھگتنا پڑتا ہے دوسری صورت میں وہ باغی و سرکش ہے اور مستحق سزائے شدید ہے۔

انسان صرف دو ہی گروہوں میں تقسیم ہوسکتے ہیں۔ ایمان لانے والے اور ایمان نہ لانے والے ایمان لانے والے مومن ہیں۔ اور ایمان نہ لانے والے کافر ایمان نہ لانا اور ایمان کا رد کردینا ہم معنی ہیں تعجب ہے کہ آپ ایک ہی چیز کو دو مختلف چیزیں قرار دیتے ہیں ما آپ اپنے روزمرہ کے کھانے کو "بہ شدت و سختی" رد کردیں یا مہذب و لطیف پیرایہ میں تناول طعام سے اجتناب فرمائیں۔ نتیجہ دونوں صورتوں میں ایک ہی ہوگا۔ اور وہ یہ کہ آپ کو بھوکا

مرنا پڑے گا۔ آپکا یہ قول کہ "کفار تو دراصل پادشاہتِ الٰہی کی وہ دشمن فوجیں ہیں جو میدانِ جنگ میں مقابل ہوں" ایک ایسی ایجاد ہے جسکی تائید نہ قرآن میں ملتی ہے نہ حدیث میں۔ (ملاحظہ فرمائیے قرآن ۲: ۸۵، ۳: ۳۱؛ ۴: ۹ ۱۴ و ۱۵۰ تا

مجھے افسوس ہے کہ آپ نے میری سابقہ تحریر کا حق ادا نہ فرمایا ورنہ مجھے اس دوسری تحریر کے ارسال کرنے کی ضرورت پیش نہ آتی بعض حضرات کو اپنے مطبوعہ خیالات کی اپنے ہی قلم سے تردید کرنے میں بڑی مشکل کا سامنا ہوتا ہے میں امید کرتا ہوں کہ آپ شائد اُن حضرات میں سے نہ ہوں۔ آپکے موجودہ خیالات تبلیغ و اشاعت اسلام و امر بالمعروف و النہی عن المنکر کی جڑ پر کلہاڑی مارتے ہیں۔ بلکہ آپ نے یادہ عمیق نظر سے کام لیں گے تو آپ پر روشن ہو جائیگا کہ آپکے یہ خیالات سرے سے اسلام ہی کی بیخکنی کئے دیتے ہیں اور اس عظیم الشان برتر مقدس مذہب کو بازیچہ اطفال بنائے دیتے ہیں۔ اللہ آپ کو ہدایت فرمائے اور آپ کو وہ بصیرت عطا فرمائے جو انکشاف حق کے لئے ضروری ہے۔

آپکا مخلص

(دستخط) سید محمد ذوقی

مزید آنکہ آپکے ترجمہ قرآن کی چند دیگر غلطیوں کی بھی ایک فہرست میں نے مرتب کی ہے۔ مرا ارادہ تھا کہ اسے آپ کی خدمت میں ارسال کر دوں تاکہ آپ کو اپنے ترجمہ کی طباعت ثانی کی بہتری کے لئے شائد اس فہرست سے کچھ مدد مل سکے لیکن اس خط وکتابت سے آپ کی طبیعت کا جو اندازہ ہوا ہے اور جو میری توقع کے بالکل خلاف نکلا ہے دیکھتے ہوئے اس فہرست کا اب آپ کے پاس بھیجنا کچھ مجھے بے سود سا معلوم ہوتا ہے بہرحال بغرض منفعتِ مسلمانان میں اسے شائع کر دوں گا۔

(ذوقی)